

تاریخِ نعتِ لولی
ہیں



حضرت رضا بریلوی کا منصب

شاعرِ لکھنوی

رضا اکبریدی لکھنوی

رضا اکیڈمی لاہور کو اس عظیم شخصیت کے نسبتاً نیا نسخہ ملا ہے۔

- ☆ جسے دنیائے اسلام امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے نام سے جانتی اور مانتی ہے۔
- ☆ جس نے تجدید عشق رسالت کا عظیم فریضہ انجام دے کر عرب و عجم سے مجدد کا عظیم لقب پایا۔
- ☆ جس نے انگریز کی مکاری اور ہنر کی چالاکی کا موازنہ دار مقابلہ کر کے مسلمانوں کو اسلامی ملی تشخص کا شعور بخشا۔
- ☆ جس نے قوم پرست علماء کے "ملت از وطن است" نعرے کا ہر وقت تعاقب کیا۔
- ☆ جس نے ملت اسلامیہ کو تقدس خداوندی ناموس رسالت اور عظمت صحابہ و اولیاء کا امین اور علم و ادب کا عظیم مرقع "ترجمہ قرآن" دیا۔
- ☆ جس نے قدیم و جدید علوم پر ایک ہزار کے لگ بھگ علمی اور تحقیقی تصانیف یادگار چھوڑیں۔
- ☆ جس کا تقویٰ خدا غنی اور عشق رسالت مسلمانان عالم کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔
- ☆ جو آج بھی عقیدت و محبت کے گلدستے "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی دلاویز گونج میں زندہ و پائندہ ہے۔

زندہ ہوا اے مفتی احمد رضا ! پائندہ ہوا

اغراض و مقاصد

○ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی عظیم علمی و روحانی شخصیت کا بحر پر تعارف۔

سلسلہ موضوعات نمبر ۱۱

نام کتاب _____ نمبر _____
 تصنیف _____
 ناشر _____ رضا اکیڈمی
 مطبع _____ احمد تاجدار آرٹ پریس بمبئی ڈبلائی
 ہدایہ _____ دعائے خیر محی معاونین رضا اکیڈمی بمبئی ڈبلائی

عطیات بھیجنے کے لیے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۹۳۸/۳۰، حبیب بینک

دس دن چورہ سترانچ کا ہوتا

ہندریہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات پاپر پر اپنے لئے ڈاک
 ٹیکٹ ارسال کریں !!

منزلے کا پتہ

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ چامیران لاہور پاکستان
 کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰، فون نمبر ۲۵۰۴۳

○ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تحقیقی نگارشات کو عصر حاضر کے تقاضوں کے منظر عام پر لانا۔

○ مسجد رضا، مدرستہ ضیاء الاسلام اور رضا فری ڈپنسری (چاہ میراں لاہور) کا اذان الصراحت۔

○ مستقبل قریب میں فری کینک لیبارٹری کا قیام۔

○ مسلمانوں میں خوفِ خدا اور عشقِ رسالت کا جذبہ بیدار کرنے اور انہیں تعلیمات کا شوگر بنانے کے لئے جبر اور اہل قلم علماء کی معیاری کتب کی اشاعت تقسیم۔

سرپرست مشائخ عظام

○ بقیتہ السلف حضرت العلام الحاج مولانا اختر رضا خان صاحب الازہری السہرہ قادری مدظلہ نیرۃ امام احمد رضا قادری بریلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ) بریلی شریف

○ فضیلۃ الشیخ حضرت الحاج علامہ مولانا محمد فضل الرحمن صاحب مدنی قادری مدظلہ شفق الرشید حضرت شیخ مولانا محمد ضیاء الدین احمد قادری مدنی رحمۃ اللہ تعالٰیٰ مدینہ منورہ۔

○ فخر المشائخ حضرت الحاج صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ زید آباد، ستانہ عالیہ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ شریفور شریف۔

○ پیر عریقت حضرت الحاج صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر قادری رضوی بریلو مدظلہ جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان (رحمۃ اللہ تعالیٰ) فیصل آباد۔

اہل علم و قلم

○ جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب (کراچی)

○ حضرت علامہ ارشد القادری (بھارت)

○ علامہ الہی بخش صاحب (ایم۔ اے)

○ شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالفیض محمد عبدالکریم ابدالوی چشتی رضوی

○ حضرت مولانا علامہ محمد مقصود احمد خطیب و اتاحضور رحمۃ اللہ علیہ

○ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب ہزاروی سعیدی

○ حضرت مولانا حافظ محمد عبدالستار صاحب سعیدی

○ مولانا صاحب زاوہ محمد نور المصطفیٰ چشتی رضوی (ایم۔ اے)

○ حضرت مولانا قاری محمد عباس صاحب نقشبندی

○ حضرت مولانا علامہ محمد احمد صاحب مصباحی مدظلہ

○ حضرت علامہ محمد عبدالمسین صاحب نعمانی

○ حضرت علامہ یحییٰ اختر الاظمیٰ

○ حضرت علامہ بدر القادری (ایم۔ اے)

سرپرست اعلیٰ :

مولانا مفتی محمد عبدالباقی قادری ناظم اعلیٰ

تنظیم المدامیں و جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مولانا محمد فضا تائش قصوری مدرس جامعہ

نظامیہ رضویہ لاہور

مولانا محمد عبدالکیم شرف قادری نقشبندی صاحب

الحاج محمد مقبول احمد قادری ضیائی

عمر بخش ڈار صاحب

دانا محمد سعید صاحب

الحاج محمد امین صاحب جنرل سیکرٹری محمد اعظم صاحب

حافظ محمد سیل ریاض

محمد اعجازیٹ صاحب

بانی

مہتمم

صدر

سینئر نائب صدر

نائب صدر

سیکرٹری

سرپرست

سکرنری نشر و اشاعت حافظ محمد طاہر رضا صاحب
خان محمد عاشق غوث صاحب

خصوصی معاونین

- | | |
|-------------------------------|-------------------------------|
| (۱) محمد نواز بٹ صاحب | (۲) شیخ محمد اسلم صاحب |
| (۳) محمد شفیع بٹ صاحب | (۴) الحاج محمد رفیق احمد صاحب |
| (۵) حاجی بابا محمد گلزار صاحب | (۶) رانا محمد اسلم صاحب |
| (۷) محمد خالد قادری صاحب | (۸) شیخ رنگ الہی صاحب |

شعبہ جات

رضا اکیڈمی کی گمرانی میں مندرجہ ذیل شعبہ جات باحسن طریق کام کر رہے ہیں۔

جامع مسجد رضا

اہل اسلام کے مرکزی حیثیت سے مسجد کی اہمیت 'روز روشن کی طرح واضح ہے' اللہ تعالیٰ کا یہ گھر ہا ہی میل جول 'درس و تدریس اور تبلیغ دین کا ایک موثر ذریعہ ہے۔

رضا اکیڈمی نے بھی ان اہم مقاصد کے حصول کے لئے مسجد کی ضرورت کو محسوس کیا چنانچہ جامع مسجد رضا جو فن تعمیر کے اعتبار سے ایک نہایت خوبصورت اور تبلیغ و اشاعت کے لحاظ سے مرکزی حیثیت کی حامل ہے 'اسی اکیڈمی کی گمرانی میں تعمیر و ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔

مدرسہ ضیاء الاسلام

قرآن مجید حفظ و ناظرہ کی تعلیم کے لیے مدرسہ ضیاء الاسلام 'محسن و خوبی فرائض و متعلق انجام دے رہا ہے اس ادارے کی خوبی یہ ہے کہ اسے قلب وقت 'الشیخ محمد ضیاء الدین مدنی خلیفہ مجاز امام احمد رضا بریلوی قدس اللہ سرہما سے نسبت حاصل ہے اس ادارے میں بخوبی

اور قابل اساتذہ 'شب و روز خدمت دین میں مصروف ہیں۔ طلباء کی مفت تعلیم کے علاوہ ان کے خورد و نوش کی ذمہ داری بھی رضا اکیڈمی نے اٹھا رکھی ہے اس ادارے سے مقامی و بیرونی طلباء کی اچھی خاصی تعداد استفادہ حاصل کر رہی ہے۔

رضافرہ ڈپنسری

رضا اکیڈمی نے روحانی بیماروں کے علاج کے ساتھ ساتھ جسمانی امراض کے علاج کے لئے بھی خاطر خواہ انتظام کر رکھا ہے چنانچہ رضافرہ ڈپنسری کے تحت ٹاڈا اور منفس افراد کی ایک بہت بڑی تعداد فری علاج کی سہولت سے بہرہ ور ہو رہی ہے۔

رضالاہجری

تبلیغ و اشاعت کے ضمن میں کتاب کی افادیت و اہمیت سے ہر ذی شعور واقف ہے 'اور یہ حقیقت بھی ناقابل تردید ہے کہ ہر شخص کے لئے کتاب خریدنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے چنانچہ عوامی ضرورت کی تکمیل کے لئے لاہجری کا قیام از بس ضروری ہے رضا اکیڈمی نے اسی ضرورت کے پیش نظر رضالاہجری کے ذریعے علم کی شمع کو روشن کر رکھا ہے۔

تقریبات رضا

اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ تقریر کو بھی ایک اہم مقام حاصل ہے چنانچہ رضا اکیڈمی نے اس میدان کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ مختلف اسلامی تنواریں 'بزرگان دین کے اعراس مبارکہ بالخصوص یوم رضا اور نعت خوانی و حسن قرأت کے مقابلوں کے ذریعے تعلق بانہ اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کر رکھی ہے۔

اشاعت کتب

رضا اکیڈمی کا اہم شعبہ نشر و اشاعت کتب ہے اس اکیڈمی نے اسلامی کتب کی اشاعت ہی نہیں کی بلکہ مفت تقسیم کے ذریعے علم و دانش کو دروازے دروازے تک پہنچانے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ رضا اکیڈمی اس وقت تک 65 سے زائد کتب چھاپ کر تقسیم کر چکی ہے جن میں سے بعض کتب تو کئی مرتبہ اشاعت کی منازل طے کر چکی ہیں۔

دعوت شرکت

مسلمان بھائیو! آپ نے رضا اکیڈمی کی خدمات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائی، اس کے تعلیمی و تبلیغی منصوبوں میں شرکت باعث سعادت بھی ہے اور فرض منصبی بھی۔ اگر آپ عالم دین ہیں تو رضا اکیڈمی کی تبلیغی سرگرمیوں میں تعاون کیجئے۔ اگر آپ اہل قلم، استاد، پروفیسر اور دانشور ہیں تو اپنے قلم سے رضا اکیڈمی کی قلمی خدمات میں مدد و معاون ہوں۔ اگر آپ تاجر اور اہل ثروت ہیں تو اپنے قیمتی عطیات کے ذریعے اس اکیڈمی کی مالی معاونت کر کے تبلیغ دین میں شرکت کا ثواب حاصل کریں۔

نوٹ: اپنے عطیات رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۳۸ / ۹۳۸ حبیب بینک دس پورہ رانچ لاہور میں جمع کرائیں۔ جزاکم اللہ احسن العزاء

پیشہ براہ: ارکان رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

تاریخ نعت گوئی میں

حضرت ضابر بلوی کا منصب

زمانہ رسالت حضور ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرب میں نعت گوئی کا آغاز ہوتا ہے اس دور کا ذکر کرتے ہی تاریخ ہمارے سامنے حضرت حسان بن ثابت، کعب بن زہیر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے جلگاتے ہوئے چہرے پیش کرتی ہے اور ان کی تخلیقات شعری ہمارے قلوب میں عشق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جذبہ پیش کرتی ہیں۔

وَ أَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَكِلْ لِي نِسَاءً

حضور سے فرود کر حسین و جمیل چہرہ میری آنکھوں نے نہیں دیکھا حضور سے بہتر اور بزرگتر انسانی ریا کی کسی عورت نے کسی نہیں جانا حضرت حسان کی یا واز ہمارے اعانت و قار رہنمائی ہے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ اس آواز میں۔

يُؤْنِسُ الْفِدَاءَ لِيْنَ أَخْلَقَهُ شَيْئًا يَا شَيْءُ خَيْرُ مَوْلُودٍ مِّنَ الْبَشَرِ

زمیری جان! ان پر لدا جن کے اخلاق شاہد میں کردہ بنی نوع انسان میں افضل ترین ہیں، کی آواز ملا کر اس وقار میں جا رہا نہ دگلتے ہیں۔ پھر کعب بن زہیر۔

أَكْبَرُ رَسُولٍ لِّتَوَسَّلَ بِشَيْءٍ مِّنْ سَيِّئَاتِهِ اللَّهُ مُسْتَوَلٌ

بیشک رسول اللہ وہ سیفت ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ کی غواروں میں ایک کھنچی ہوئی تلوار ہیں، کا نعرہ ملا کر اس آواز کو اور گے برساتے ہیں۔

نعت گوئی کے اس سفر میں اور بہت سی وائیں سماعتوں کے فوق پر روشنی عطا کرتی ہوئی گزرتی ہیں۔ ان میں شیخ محمد بن احمد، جمال الدین بھٹی، شیخ ابو محمد عبداللہ

ابو نعیم عبد الرحمن بن سعید الزمیری الملقب، جمال الدین بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ، اور ان کو انزل میں ایک اور آواز جو سب آوازوں میں منفرد و ممتاز ہے وہ ہے علامہ و صیغی مصری رحمۃ اللہ علیہ مصنف قییدۃ البرہہ کی آواز۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کے سلسلے میں یہ آواز قبولیت کے جس درجے پر فائز ہے اس کا جواب نہیں اس قصیدے کا مذہب ایسا ہے کہ عرب و عجم دونوں اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اس عظیم مثال جو ہر پاسے میں احساس کی جو بے پناہی جذبے کا جو عزم، اظہار کی جو برجستگی، اخلاص کی جو شدت اور دردمندی کی جو چمک پائی جاتی ہے، وہ اپنا جواب آپ ہے۔ صداقت، پاکیزگی، لطافت اور کیفیت کا جوا اس قصیدے کے حرفت حرفت میں کو دیتا نظر آتا ہے۔

آوازوں کے یہ جانے پہچانے چہرے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ آئینے ہیں جن کی چھوٹے آنکھیں بے اختیار شک ریزی پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ آوازوں کی اس عبادت میں نسل کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جاتا ہے اور۔

میں اکیلا ہی چلا خطا جانب منسلک

لوگ ساتھ آتے گئے اور کاڑاں بننا گیا ریح سلطان پوری کے مصداق چہروں کا ایک بڑا قافلہ بن جاتا ہے اور نعت گوئی اپنے مراحل طے کرتی ہوئی عرب سے ایران کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے اس سرزمین نے اس قافلے میں ایسے ایسے وقیع چہروں کا اضافہ کیا اور نعت گوئی کا ایک ایسا ذخیرہ جمع ہو گیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ کیفیت کیمیت، فکر و فن، زبان و بیان، اظہار و ابلاغ، سمت و جہت، تاثیر و تاثر اور مفہوم معانی کے اعتبار سے وہ کون سی خوبی ہے جو اس ذخیرے میں موجود نہیں۔ نعت کے اس قافلے کو آگے بڑھانے والوں میں صحابہ کرام، صوفیاء، فقراء، شہداء، علماء، مجتہدین، فضلاء اور بادشاہ سبھی شریک ہیں ابتدائی دور میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کا جو جذبہ فارسی مسلمان شعراء کے دلوں میں موجزن تھا، اس نے برگ و بار نکالے اور نعتیہ مضامین کا وہ خزانہ وجود میں آیا جس میں فارسی ادب کے بہترین جواہر پاسے اپنی تاب سے نکالے ہوئے کو خیرہ کرتے ہیں۔ نعت گوئی کا یہ جذبہ کہیں سے

نہ ہے پشت و پناہ ہر دو عالم سر و سالار فسرزدان آدم

کی شکل میں سنانی غزلوی کو ہمارے روبرو دلاتا ہے۔ کہیں سے

غلام حلقہ بگوش رسول ساداتم زہے نجات نمودن حبیب و آیاتم

کا نغمہ ہونٹوں پر لے سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پران پر دستگیر علیہ الرحمۃ

کا چہرہ ابھرتا ہے۔ کہیں نظامی گنجوی سے

سر و سرنگ میدان وفا را سپہ سالار خیل انبیاء را

کے شعری روپ میں نمودار ہوتے ہیں۔ کہیں سے

گرچہ بصورت آمدی بعد از ہمہ پیغمبران

آنا ہر معنی بودہ سرخیل جملہ انبیاء

کا درد کرتے ہوئے حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ جنت لگا ہوا بنتا ہے اور کہیں حضرت

خواجہ معین الدین چشتی (علیہ الرحمۃ) سے

عالم خدایم بردین مصطفایم پرورد گیش گدایم سلطان محمد

کے پیر بن میں جلوہ نمائی کرتے ہیں سلسلہ سلسلے سے مل کر آگے بڑھتا جاتا ہے اور سے

آفتاب شرع دریاے یقین نور عالم رحمۃ للعالمین

کی آواز کے ساتھ عطار نیشاپوری کے خرد و خال سلنے آتے ہیں۔ کہیں سے

از رحمۃ للعالمین اقبال درویشان بسیں

چوں مر معطر خرقہا چوں گل معطر شاہبا

کے پردے سے حضرت شمس تبریز (علیہ الرحمۃ) کا چہرہ برآمد ہوتا ہے۔ کہیں مولانا

جلال الدین رومی، عسیر الرحمتہ، اپنی اولیٰ والہانہ سے
 سینہ و سرور محمد نور جان بہتر و بہتر شفیع زبان
 کے الفاظ ہیں چہرہ نمائی کرتے ہیں کہیں سعدی شیرازی سے
 یک جاں چہ کند سعدی مسکین کہ دو صد جاں
 سائیم فدائے سب دربان محمد
 کی زبان میں عشق مصطفیٰ کی چہرہ آرائی میں مصروف ہیں کہیں حضرت بوعلی قلندر پانی پتیؒ
 یک کھنڈ خاک از در پر نور او بہت مارا بہتر از تاج و نگین
 کے لغو مستان کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں کہیں حضرت نظام الدین اولیاء
 علیہ الرحمۃ کی آواز سے

صبا بسوئے مدینہ زوکن ازین دعا گو سلام برخواں
 بگرد شاہ مدینہ گرد بسد تضرع پیام برخواں
 کے حساب سے مجھ جلودہ آرائی ہے کہیں حضرت امیر خسرو کی آواز سے
 مہارک نامہ قدس آن تو داری کہ مرغ نامہ شد روح الامینش
 کی روشنی کہیں نظر آتی ہے یا رطلو دس من قتال کا چہرہ سے

یا صاحب الجہاں دیا سید البشر
 من قریبک انیر اعتد نور العطر
 لا یکن الشنہ کما کان حقہ
 بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کے آئینے میں جگمگ جگمگ کرتا دکھائی دیتا ہے کہیں نور الدین عبد الرحمن جامی رحمہ اللہ علیہ
 یا شفیع المذنبین بارگشاہ آوردہ ام
 بردرت ای بار با پشت روانہ آوردہ ام

کی تفسیر بہتے اشکوں اور بھیجے چہرے کے ساتھ کر رہے ہیں تو کہیں جان محمد قدسی کا چہرہ سے
 رجب سید کی مدنی العسری دل و جاں باذاتی چہرے خوش لقی
 ماہر تشنہ بہانیم توئی آب حیات اطف فرما کہ زخمی گزر دشنہ لبی
 نہایت خود بہر سکت کردم و بس منفعلم زان کہ نہایت ہر سب کوئے تو شد بجا دلی
 کی چھوٹ سے گلزار نظر آتا ہے اور ان تمام آوازوں کے چہرے مل جل کر اپنے اپنے لہجے
 طراغ، شوق و ذوق، ماحول زبان اور عشق کے مطابق نعت گوئی کی ایسی سدا بہار فضا
 بناتا کرتے ہیں جو فارسی نعتیہ شاعری کے کینوس کو وسیع سے وسیع تر کر دیتی ہے۔
 فارسی نعت گو شعراء، صوفیاء، اہل کمال اور صاحبان بصیرت کا یہ قافلہ سرزمین
 فارس سے اپنے سفر کا رخ ہندوستان کی طرف موڑ لے رہے اور عصری سفر کے تسلسل کی
 کڑیاں ایک دوسرے سے مل کر تخلیق کے دائرہ کار کو فرید وسعت اور سمت و جہت
 عطا کرتی ہیں اور جب فارسی زبان اردو سے گلے ملتی ہوئی اور اس کے بڑھتی ہوئی
 کارواں کی قطار کا سرا صدیوں کو گھولیتا ہے، نعت گوئی کے مقدس جذبے کو اظہار کی قدرت
 عطا کرنے کا پسلسہ کشا کشا رنگ، کشا پہلو دار اور کشا پر کشش ہے۔ جذبہ عشق کی یہ
 صورت نمائی سے

یا محمد و جہاں کی عید ہے تجھ ذات سول
 خلق کو لازم ہے جی کون تجھ پر قربانی کرے

کے آئینے میں وصل کرو لی دشمنی کا چہرہ بن جاتی ہے کہیں فراقی بیجا پوری کی آواز بن کر ہے
 مدینے میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا
 محمد کی گلی ہیتر فنا ہوتا تو کیا ہوتا

کے الفاظ میں وصل جاتی ہے یہ جذبہ رحمت رسول رصل اللہ علیہ وسلم کہیں سے
 ولا دریائے رحمت قطرہ ہے آب محمد کا جو چاہے پاک ہو پیر و ہوا صاحب محمد کا

کے وسیلے سے مرزا رفیع الدین سودا کی آواز بن جاتا ہے محبت کی یہ کرن کہی ہے

اسے بہر شفاعت دو عالم لائق

دارم لرجاب تو امید واثق

کے روپ میں خواجہ میر درد کی ذات میں چمک کھیتی ہے تو کہیں میر تقی میر کی آواز ہے

جرم کی کھو شر مگبئی یا رسول اور خاطر کی حزینی یا رسول

کھینچوں ہوں نقصان دہی یا رسول تیری رحمت ہے یقینی یا رسول

رحمت للعالمینی یا رسول ہم شفیع المذنبینی یا رسول

کے واسطے سے ہماری سماعت کو زندگی بخشی ہے کہیں نظیر اکبر آبادی اپنے جذبہ عقیدت کو فکر کے قالب میں اس طرح ڈھالتے ہیں

تم شر ذہا دیں ہو یا محمد مصطفیٰ سرگرد و مسلیں ہو یا محمد مصطفیٰ

حاکم دین متئیں ہو یا محمد مصطفیٰ قبل اہل یقین ہو یا محمد مصطفیٰ

کہیں انشا اللہ خان انشا کا جذبہ صادق یہ روپ اختیار کرتا ہے

لغز ذات کبریا باعث خلقی جزو شکر فخر جمع مسلیں رہبر و ادنیٰ مشکل

نور سے جس کے ہو گئی آتش کفر کچھ کے گل بعد نماز قنایہ ہی درو و وظیفہ رسل

صلی علیٰ نبینا صلی علیٰ محمد

کہیں حکیم مومن خاں مومن جان محمد قدسی کی آواز میں آواز ملا کر اس طرح گویا ہوتے ہیں

ہوں تو مومن مگر اطلاق ہے بر بے ادبی میں غلام اور وہ صاحب میں امت وہ نبی

یا نبی یک نگر لطف با مئی و ابی مرسب سید کی مدنی العربی

دل و جان باد خدایت چہ عجب خوشش لقبی

ہیں فوق اپنے دیدہ نہ کے ساتھ خدائے قدوس سے ان الفاظ میں محاورہ نظر آتے ہیں

سے نام محمد لب پہ یارب اول و آخر الٹ جائے بوقت نزع جب سینے میں تم مرا

کہیں بہادر شاہ ظفر

اسے سرور دو کون و شہنشاہ ذوالکرم

سرخیل مرسلین و شاعت گر علم

کا وظیفہ دہراتے ہوئے ہمارے سامنے آتے ہیں کہیں مدح کا یہ انداز ہے

حق جلوہ گر زطرہ بیان محمد است

اے کلام حق بہ زبان محمد است

کے الفاظ میں سٹ کر غالب بن جانا ہے تو کہیں داغ دہلوی

کو غم سے آزاد یا مصطفیٰ کہی ہے فریاد یا مصطفیٰ

کے لب و لہجہ میں نقش فریادی بن کر در قبول کے وا ہونے کے منتظر ہیں کہیں محسن

کا کوروی قصید لایہ

سمت کاشی سے چار جانب متحر ابدل

برق کے دوش پہ لائی ہے صبا لکھا جل

ہیں اپنے سدا بہار روپ کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہہ مولانا حسن رضا خاں

رحمت اللہ علیہ

بیر گلشن کون دیکھے دشت طیب چھوڑ کر

سوئے جنت کون جلسے در نہارا چھوڑ کر

کے پردے میں داند نیاز کے پھول برساتے ہیں کہیں حالی کا جذبہ نعت گوئی اس معنی

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لاسنے والا

کے سہارے سماعت کی وادیوں میں اترتا جاتا ہے کہیں احمد رضا خان رضا بریلوی رزمیہ

الذلیلہ کی منفرد آواز اس طرح گونجتی ہے

واہ کیا جو دو کرم ہے شر بطحا تیرا نہیں کشتابی نہیں مانگنے والا تیرا

غریبیکہ آوازوں کا یہ سفر پوری آن بان سے جاری ہے، ذیل کی آوازیں اپنے اپنے لیے
میں اپنا اپنا تعلق عشق کی ہر کرتی ہیں

زسرتا بہ پا رخصتی یا محمد

نظر جانب ہر گستر گار داری عزیز صغی پری

نام کے نقش سے روشن یہ نگینہ ہو جانے

کعبہ دل مرے اللہ مدینہ ہو جانے ریاض فیض کجاری

دل شام مصطفیٰ جاں پامال مصطفیٰ

یہ اوریں مصطفیٰ ہے وہ بلال مصطفیٰ اصغر گوٹھ وی

وہ دانائے رُبل ختم الرسل مولائے کل جس نے

عسب راہ کو بختا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی ہیں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقان وہی یسین وہی طہ

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

آئی انیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کچھنے گاد دل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیہم شاہ دارنی رحمہم

اتوائے اگر خاک ترے نقش قدم کی

سر پہ کبھی کبھی کبھی آنکھوں سے لگاؤں حسرت مولائی

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیں برس تک خاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

مولانا ظفر علی خاں

اک زندہ ہے اور رحمت سلطان مدینہ

ہاں کوئی نظر رحمت سلطان مدینہ

جگر مراد آبادی

وجود پاک ہے کتنا محبت آفریں تیرا

نہیں ثنائی کوئی اسے رحمت عالمیں تیرا

ادی مجید ششہری

جرے ہوئے ہیں جو دل میں مرے نگینے سے

یہ داغ ہجر ہیں لایا ہوں جو مدینے سے

اصطفیٰ خاں کسنوی

تراست رتبہ عالی ز حضرت قیوم

کہ بہت ہر دو جہاں زیر حکم تو محکوم

معروف امین پٹوی

شب و روز مصروف سہل علی ہوں

میں وہ چاکر خاتم النبیا ہوں

سردار عبدالرب نشتر

صاحب تاج ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

صدر نشین بزم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

دشمد صدیقی

ارمن دل سے اٹھے فوائے درود
گر بج اس کی نلک نلک جائے

(حفیظ تائب)

دینے دل و روح دجاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

(بہزاد کھنوی)

دم آخر مجھے آقا کی زیارت ہوگی
ایک دن آئیں گے سرکار قضا سے پہلے

(حافظ ظہیر الدین)

رحمتہ للعالمین سے جے دل کا چراغ
انسی دجاں کو خیر خواہ انسی دجاں درکار تھا

(احسان دانش)

اے ساتی! کوئیں یہ کیا بوالعجبی ہے
سیراب ہوں میں پھر بھی وہی تشنہ لبی ہے

(زاد احسرم حیدر صوفی)

تعبیر شب غیب شہستان محمد
والعجب طلوع رخ تابان محمد

(ذہین شاہ تاجی)

وہ جس نے نوب انسان کو غلامی سے لائی دی
وہ جس نے پہنچ مرگ دوامی سے لائی دی

(حفیظ جالندھری)

نعت سرکار بطنی رقم ہوگئی
آج معراج لوح و قلم ہوگئی

شاعر کھنوی

جب بھی سپاہیوں سے ہمیر کو پوچھے
خندرق کا ذکر کیجئے خیر کو پوچھے

عبدالرحمن کیانی

محمد عربی اکبر نے ہر دوسرا
حبیب پاک خدا جان عالم و آدم

عبدالعزیز خالہ

نعت محبوب داور سند ہوگئی
فسر و عصیاں مری مترد ہوگئی

منور بدایونی

ہم حلفت بگو شان در مصطفوی ہیں
ہم اور کسی درپہ جہیں کیسے جھکائیں

اقبال عظیم

رایض خدا کا گل سرسبد
محمد ازل ہے محمد ابد

سلیم احمد

کہکشاں بڑھ کے چھوٹے قدم آپ کے
یہ تو معراج ہے کہکشاں کے لئے

مشر بدایونی

بنا یا اس صفت کو بہترین ادنیٰ جا بریاؤں سے مزین کیا اور ایسی ایسی نعمتیں لکھیں جو زبانِ سپا

منکر و فتنہ، اطبا و ابلّاح اور تاثیر و تاثر کے اعتبار سے اردو وار ہیں۔ سوانے کا دور ہر گھنٹی میں ان کی فارسی فتنیں بھی اسی درجہ کمال پر فائز ہیں۔ ماہوں نے نصرت کے میدان میں اپنی جودیت بلیک کے جوا علی نمونے پیش کئے ہیں ان میں سے ان کی ایک مشہور و مقبول نصرت کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس میں اردو، ہندی، فارسی اور عربی کے تانے بانے سے وہ عمارت تعمیر کی گئی ہے جو نصرت گوئی کا ذوق رکھنے والوں کے ذہنوں میں ہمیشہ اپنی جگہ قائم رکھے گی۔ یہ تخلیق ذہنی تنوع اور علمی ظرف کا ایک ایسا نمونہ ہے جس کی مثال بسین فیضی، آقا علی، خسرو اور انشاء اللہ خان انشاء کے علاوہ شاید ہی کسی ہیں اور نظر آ سکے۔

لَعَلَّ بَابُ تَطْيِيرِكُمْ فِي تَطْيِيرِ مِثْلِ تَوْنٍ شَدِيدٍ جَانِبًا
جَلْبِ رَاجِ كَوْنِ تَاجِ تَدْرِي سِرِّ سَوْبَةِ تَجْهٍ كَوْشِدٍ دَوْرٍ صِرَاحًا

أَجْعَلُ عِلْمَهُ السَّوِيحَ طَعْنُ مَنْ بَعَثَ كَسْرٌ وَطَوَقٌ هَوَشَ رِيَاءُ
مُهَنْدَعَادٌ مِي هَوَشَ بَغْزِي هُوَ مُوَرِّمِي نَسَبٌ پَارِ لُكَا جَانَا

يَا كُنْهَسْتُ نَظَرْتِ اِلَى لَيْلِيْ چو بطیبہ رسی عرفے مکنی
تو دی حوت کی جھل جھل حکم میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

منہجہ بالافتتہ ہندی، اردو، فارسی اور عربی آمیز ہونے کے باوجود اپنے
تأثر کی کافی زکوہ پستہ رکھتی ہے۔

ذلت گوئی کا فن عشق رسول کی منزل میں ایک ایسا پل صراط ہے جس پر قدم رکھنے اور توازن قائم رکھتے ہوئے اُس پر سے گزر جانے کی سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب

ہوتی ہے جب تک کہ دینی علوم کی بصیرت، شریعت و طہریت سے آگاہی اور عشق کے
 بایک سے ہر ایک ریز کا عرفان نہ ہو اور غریب کرنا غلو کرکھانے کے مترادف ہے۔ اسی
 شعری اس صنف سے زیادہ مقدس نازک اور دشوار گزار کوئی دوسری صنف نہیں شدت
 احساس کو عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دیوار میں چن ویسے کے بدھ کی نفست گوئی کا
 صحیح شعور پیدا ہوتا ہے۔ جذبہ کو لفظ عطا کرنے، فعلوں کی تہذیب و ترتیب کرنے اور الفاظ
 کے گوشوں کی تراش خراش کے ہر ایک پھول کا کیل نہیں یہ وہ منزل ہے جہاں طویل
 علمی سفر طے کرنے اور مشاہدات و تجربات کی کڑی دعوپ سے گزرنے کے بعد ہی الفاظ
 جذبے کی آفاقیت کو چھوئے کے متحمل ہوتے ہیں اور فکر و خیال کی کتنی ہی صدیاں پار کرنے
 کے بعد مفہوم و معانی کے ایکسٹریکٹ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ رضا برہمچری کی تاریخی زیارت کے
 مطالعے سے ان کی علمی گہرائی و گہرائی دینی و مذہبی ظرفیت، فکری و ذہنی صلاحیت، تقیہ و
 بصیرت اور مجتہدانہ رجحان کا بہت سے گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔ نعت کا بنیادی ڈھانچہ
 آگاہی اور باخبری پر قائم ہوتا ہے۔ باخبری حصول علم سے پیدا ہوتی ہے اور حصول علم کے لئے مجتہد
 کے سمندروں میں ڈوب ڈوب کر ابھرنے لازمی ہوتا ہے۔ احمد رضا خاں رضا برہمچری کی ذات
 کے گوشے میں کتنے سمندروں کی سمائی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان کی تاریخی حیات کے مطالعے
 کے بغیر اور احوال اور ناگہل رہے گا۔ ذیل میں ان کی زندگی کے چند علمی و علمی گوشے پیش کئے
 جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ نعت گوئی کی منزل کے لئے انہوں نے آگاہی اور باخبری کا کتنا
 سرمایہ اپنے ساتھ رکھا۔ اس جائزے کی مدد سے ناظرین کو ان کے منصب و مقام کا
 صحیح ادراک ہو سکے گا۔

۱۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، جہل، ہندسہ، معانی اور بیان کے علوم انہوں
 نے اپنے والد ماجد مولانا مفتی علی صاحب علیہ الرحمہ سے حاصل کئے

۲۔ ارکان، طبقات، جہاد، مقابلہ، ریاضی، مناظرہ و مراثی، زیارات اور جہاد کے علوم اپنی

ذہانت و طباعت اور مطالعے کی لگن سے حاصل کئے

۳۔ مختلف علوم دینی میں شیخ احمد بن زینی، شیخ دحلان مکی، شیخ عبدالرحمن مکی، شیخ
 حسین بن صالح مکی اور شیخ ابو الحسن احمد النوری سے استفادہ کیا

۴۔ علوم روحانی میں قادریہ سلسلے سے ہیئت کے علاوہ مختلف سلاسل طریقت میں خلافت
 اجازت حاصل کی مثلاً سہروردیہ، بدیعہ، علویہ وغیرہ

۵۔ دو بار حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے پہلی بار قیام مکہ کے دوران شیخ حسین
 بن صالح کی خواہش پر "الموجزۃ المصنّیۃ" کی عربی شرح صرف دو یوم میں مکمل کی تاہم
 نام "البیۃ الوضیۃ فی شرح الموجزۃ المصنّیۃ" رکھا گیا

۶۔ فقہ میں حدیث اور فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ایک اور دینی و علمی کارنامہ ترجمہ
 قرآن بھی ہے جو سلسلہ میں "کفر الایمان فی ترجمہ العنبرین" کے نام سے منظر عام پر آیا
 اردو، ہندی، فارسی، عربی زبانوں پر مکمل دسترس رکھتے تھے

۸۔ ۳۱ سال کی عمر تک ۵۰ کتابوں کی تصنیف و تالیف کا کام مکمل کر چکے تھے

۹۔ تقریباً ۱۳ سال کی عمر میں تمام علوم عقلی و نقلی کی تکمیل کے بعد فتویٰ نویسی کا منصب سنبھالا۔
 ان معلومات کے حصول کے بعد ان کی نعتیہ شاعری کے مجموعے "حلالی بخشش"

حصہ اول و دوم کا مطالعہ کیا جائے تو اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ ان کی
 نعتیں جذبے کو الفاظ کا پیر ہیں عطا کرنے اور محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
 اظہار میں احترام کی حدود قائم رکھنے کے لحاظ سے ہمارے ادب میں ایک مستقل سرمائے
 کی حیثیت رکھتی ہیں۔

نعت گوئی کی دو حیثیتیں ہمارے سامنے ہیں۔

۱۔ وہ نعت جو روایت سے چل کر عقیدے پر ختم ہو جاتی ہے

۲۔ وہ نعت جو عشق سے چل کر ایمان پر ختم ہوتی ہے

رضا بیروی کی لغت دوسری حیثیت سے تعلق رکھتی ہے اسی لئے ان کی لغت کوئی اپنے میار کے اعتبار سے ایک انفرادی و امتیازی شان کی مالک نظر آتی ہے۔ وہ لغت کہتے وقت قرآن کو پیش نظر رکھتے ہیں قرآن ہی سے لے کر آئینہ ہے اور اس آئینہ کو دہر دیکھنے کے بعد ٹھوکی رفتار میں کسی لغت کی اسکاٹ ہی نہیں رہتا۔ ان کا یہ مصرعہ ان کی لغتوں کا مصیاد پرکھنے کے لئے بہت کافی ہے۔

قرآن سے میں نے لغت گولی اسیکی

لغت کی پہلی حیثیت بھی اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتی ہے اور وہ شعرا و بھی جو دوسری اصنافِ سخن کے شانہ بشانہ لغت کہتے ہیں، ہمارے لئے باعثِ افتخار ہیں۔ انہوں نے بھی الفاظِ لغت کو زو اور راہِ عطا کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ یہاں میرا اشارہ ان لغت گوؤں کی طرف ہے جو لغت گولی کو ایک تقلیدی رسم تک محدود سمجھتے ہیں اور جن کے ہاں لغت کہنے میں حصولِ علم سے کہیں زیادہ "مشق" اور "ریاضت" کو دخل ہوتا ہے۔ اسی بنیادی کمزوری کی بنا پر وہ لغت شناسی، محبوب شناسی اور خود شناسی کے باہمی رشتوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ ان کا تقلیدی جذبہ کم علمی کے باعث ایسے الفاظ کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتا ہے جو جذبے کو سہانے کی قوت نہیں رکھتے اور اس طرح ان کے اشعار تاثیر کے معاملے میں گنگ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ دیکھنا محوم و مستحسن کے بالکالوں ہی کا کام ہے کہ لفظ کا ظرف کتنا گہرا اور وہ فکر کو کس حد تک قبول کرنے کا قابل ہے۔ رضا بیروی چونکہ محوم و مستحسن کے سمندر میں گم ہو کر لغت گولی کے بے اثر طر پر قدم رکھتے ہیں اس لئے ان کا فکری شعور نازک سے نازک اور شدید سے شدید جذبے کو الفاظ کے ظرف میں اتارنے کے بنر سے پوری طرح واقف ہے۔ ان کے جذبے کی بے ساختگی غفلتوں کے تعاقب میں نہیں پھرتی، الفاظ خود بڑھ کر اور اس جذبے کو اپنی آغوش میں لے کر ان کے فکری عمل کو فنی عمل سے ہلکا کر دیتے ہیں۔ رضا بیروی کی لغت شناسی جذبے کی پختگی کے علاوہ ایسی بے شمار فنی خوبیوں کی حامل ہے جن کی مثال

اس دور کے شعرا میں بہت کم ملتی ہے۔ ذیل کے شرکی مہربانی فکری اور فنی حیثیت پر غور کیجئے۔ ایسے سنگلاخ اور سخت زمین میں ان کی فکر رسائے جدت و نویدت کے کتنے گوشے نکالے ہیں۔

طوبی میں جو سب ادھی نازک سیدھی علی شاخ

ماگوں لغت نہی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ

روحِ القدس سے طوبی کی سب سے ادھی نازک اور سیدھی شاخ مانگتا اور اس کا ظہر ہاگر لغت نہی لکھنے کی مثال ان کی نازک خیالی تنوع اور قدرت فکر کا پتہ دیتی ہے۔ اسی سلسلے کا ایک اور شعر طالبِ توجہ ہے۔

ظاہر و باطن، اول و آخر، زبیدِ فروع و زینِ اصول

بارخ رسالت میں ہے تو ہی گلِ غنچہ، جزا، پتی، شاخ

یہاں فروع، اصول، اول و آخر اور ظاہر و باطن کہہ کر اس سے پھول، غنچہ، جزا، پتی اور شاخ کا ثبوت فراہم کرنا باریع و اختراعِ سخن کا بڑا جاسم نمونہ ہے۔

ایک دوسری زمین میں ان کی جدتِ طبع کی دیکھنی و تار و کاری کا نظر ہو سہ

سرا بستہ ہے تین سلطانِ زمین پھول

لب پھول، دہن پھول، ذوق پھول، بدن پھول

قامتِ محبوبِ خدا کی اس سے بہتر اور کی تصویر کھینچی جاسکتی ہے۔ تشبیہ کی قدرت و پاکیزگی، فکری معانی، آفرینی، الفاظ کا انتخاب، اظہار کی معصومیت، سب کے سب وصف ایک مطلع میں جمع ہو گئے ہیں۔ یہ منزلِ سخن بالکالوں ہی سے سر ہوتی ہے۔ دوسرا مطلع بھی قابلِ غور ہے۔

صدقے میں تیرے بارخ تو کیا لائے ہیں بن پھول

اس غنچہ دل کو بھی تو ایسا ہو کر بن پھول

دونوں مصرعوں میں بن پھول کی تکرار الفاظ کی یکسانیت کے باوجود مفہوم و معانی کا

کشتا فاصلہ رکھتی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں 'ہڈے کو فن بنانے کا ہنر' اسی زمین میں ایک شعر ملاحظہ ہو۔

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس میں ناخن پا کر

آتا بھی مہ لو پر نہ اسے چرخ کہن پھول

یہاں ناخن پا اور مہ لو کی نسبت کے علاوہ 'پھول' کا لفظ اپنا کچھ اور ہی رنگ و بپ رکھتا ہے۔ نازک خیالی اپنے عروج کمال کو چھو رہی ہے منقطع کا بائین بھی دیکھئے۔

کیا بات رضا اس چستان کرم کی

زہرا ہے جس میں حسین اور حسن پھول

غالب اپنی مشکل پسندی کی آسانی کے لئے کیسی کیسی سنگلاخ، دوشوار، طلب اور عجیب عجیب زمینیں تراشتا ہے۔ ان زمینوں میں شعر کہنے کو کچھ چاہیئے۔ پھر اس میں اپنی انفرادی اور امتیازی حیثیت کو قائم رکھنا آسان بات نہیں لیکن رضا بریلوی ایسی ہی بہت سی زمینوں سے عقیدت و محبت رسول کے پھول پر ساتے اتنی بک رفتار ہی کے ساتھ گزر جاتے ہیں کہ اہل فن دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

پوچھتے کیا ہو غرض پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں

کیف کے پر جیاں جلیں کوئی بنا لے کیا کہ یوں

شب معراج کے واقعہ کو دو مغزوں کے قاسب میں اس طرح سمونا کر الفاظ مفہوم کا آئینہ بن جائیں، غیر معمولی انداز بیان ہے۔ کیفیت کے پرجلن، میں جو اچھوتا پن ہے اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

علامہ مجتہدین اور بحر العلوم قسم کے لوگوں کی شاعری میں موٹے موٹے اور ثقیل الفاظ کی بھرمار، شعر کے الفاظ تلے دب جانے اور محاسن شعری کے فقدان کی روایت عام ہے اور بعض مواقع پر اس کی صداقت ثابت بھی ہو جاتی ہے لیکن رضا بریلوی کی کاوش منکر اس روایت کی نفی کرتی ہے۔ ذیل کے شعر میں ان کا دئے سخن اسی طرف ہے۔

جو کچھ شعروہ پاس شرع دونوں کا حسن کینہ کر آئے
لا اُسے ہمیشہ جلوہ زمرہ رحمت، کہ یوں

غالب کی مشہور غزل کا مصرعہ ہے

روزیں گے ہم نہ زہرا کوئی ہمیں ستانے کیوں

دور اس میں بھی حضرت رضا کی مشافی ملاحظہ ہو۔

پھر کے گلی گلی تباہ، ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں

دل کو جو قتل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

غالب نے تو پاس بہان عقل کو دل کے پاس رکھے کا مشورہ دے کر ایک چوکاٹینے والی بات کہی تھی مگر حضرت بریلوی نے 'دل کو جو قتل دے خدا' کہہ کر اس خیال کو اور

لگے زہرا دیا ہے۔ اسی زمین میں یہ شعر ٹھہرنے اور وہ دیکھئے۔

جان ہے عشق مصطفیٰ اور فزوں کیے خدا

جس کو ہر وہود کا نہ ناز ووا اٹھائے کیوں

'نازد ووا اٹھائے کیوں' کا ٹکڑا کیفیت عشق کے ملق کو ظاہر کر رہا ہے ایک اور

سخت زمین کو کس طرح پائی کیا ہے۔

زُرخ دن ہے یا مہر سا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شب زلفت یا مشکِ حنا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشیدِ نثار کس زود پر کیا بڑھ کے چکا تھا قمر

بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

آخری شعر کے خط کشیدہ الفاظ پر نظر چلائئے یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں کا انداز قیامت

ہے۔ اس زمین کی مشکل کو کس آسانی کے ساتھ حل کیا ہے۔ قابلِ دید ہے۔

ہے دم عیسیٰ سے جان بخشی نرالی ہاتھ میں

شکر نے پاتے ہیں شیریں متالی ہاتھ میں

اگر کسی شاعر سے کہا جائے کہ 'مقالی ہاتھ میں' نظم کرو تو وہ بتا دے کہ ہاتھ میں

مگر ایک وقت گو شاعر اجناس رہا بر غوی، اسے اس سادگی اور بر کاری کے ساتھ الفاظ کے
قالب میں داخل دیتے ہیں کہ وہ جان میں عیش کوئے تختہ تسلیم نہ دے سکی گری و لفظ کیجئے

مالک کو نہیں ہیں گویا پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

مالک کو نہیں "پاس کچھ رکھتے نہیں" کی گہرنی "دو جہاں کی نعمتیں" اور ان کے خالی
ہاتھ میں "کس کس ٹکڑے کی داد دی جائے اور کس کس لفظ کو خارج تحسین پیش کیا جائے" اور
اس کیفیت عشق کا جواب ہی نہیں ہے

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر ورد

وقت شگ و درجہیں روئے کی جالی ہاتھ میں

اللہ اللہ کیا منظر کش ہے کیا جذب و مستی ہے، کیا گم شدگی ہے اس سادہ سے
شعر میں منکر و نظر کی ہزار واریں تر پتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

اس زمین نعت کے گل بوٹے بھی آپ کی توجہ کا دامن کھینچتے ہیں۔

پھر اٹھا دلوں کا یا د معنی لان عجب

پھر کوئی دامن دل سوئے بیابان عرب

تیرے بے دام کے بندے ہیں بیابان عرب

تیرے بے دام کے بندے ہیں ہزاران عرب

"بے دام کے بندے" اور "بے دام کے بندے" (رقیدی) نے شعر میں کسی نئی لطافت
پیدا کر دی ہے۔

ہشت خدا آئیں دامن کسب لطافت کو رضا

چار دن برسے جہاں ابر بہار ان عرب

"ابر بہار ان عرب" کے چار دن برسے میں وہ کیفیت "زمین" "ماہی" اور زندگی ہے

کہ ہشت خدا بھی ان سے کسب لطافت کے لئے آتے ہیں، کیا پاکیزہ خیال ہے سبحان اللہ سبحان اللہ۔
نذرین جان کا اک اور شاہکار دیکھئے، یہ شعر بھر کی روزانی الفاظ کے دروست
فکر کی گہرائی اور تنوع کے اعتبار سے بڑے سے بڑے ادب کے تخلیق کچھ جاسکتے ہیں۔

ہے کلام الہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرہ نور خراکی قسم

شب تار میں دازیر تھا کہ حبیب کی زلفِ دو تار کی قسم

ترا مندا نہ ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے رُوح ہیں

تو ہی سرورِ دو جہاں ہے شہناز مثل نہیں ہے خلک کی قسم

کیسی کیسی پاکیزہ اور سزاوارہ نعمت قسمیں کھائی جا رہی ہیں، ذرا ان کے زوایوں پر
غور کیجئے ہر لفظ سے خوشبو کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔

کیا جھیک ہو رخ نبوی پر مثال گل پاناں جلوہ کف پاسے جمال گل

زنگ شہ سے کر کے گل بادشاہ میں کھینچا ہے ہمنے کانوں پر حلال گل

پہلے مطلع میں شاعر خیال کرتا ہے کہ رخ نبوی کو پھول سے تشبیہ دی جائے پھر
اسے فوراً ہی خیال آتا ہے کہ پھول کا جمال تو ان کے جلوہ کف پاسے پاناں ہے، ایسی
صورت میں اس مثال کا چپاؤ بھروسہ نہیں معلوم ہوتا۔ دوسرے شعر میں شہ پر بھرتے
ہوئے اشکوں کو حلال گل کہنا اور شہ کو کانٹے سے نسبت دنیا بڑی نازک بات ہے۔
یہ شعر بھی دیکھئے۔

حسرتِ جان ذکرِ شفاعت کیجئے ناز سے بچنے کی صورت کیجئے

ان کے نقش پا پر غیرت کیجئے

آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے

آٹھ سے چھپ کر زیارت کرنے میں جو جہان معنی پوشیدہ ہے اس کی کیا داد دی جائے
 خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضا کے لئے
 بات کس نطق انداز سے کہی گئی ہے۔ دو عالم خدا کی رضا کے طالب ہیں اور حضرت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا طالب۔ مفہوم یہ نکلا کہ سرکار کے بغیر کوئی نہیں
 کو سرخروئی حاصل نہیں ہو سکتی کتنی سادہ بات کیسے خوبصورت انداز میں کہہ دی گئی ہے
 قل نے سوئے طبع کمرانی کی مشکل آسان الہی مری تنہائی کی
 قلنے کا دیار حبیب کی طرف چلنے کے لئے کرکنا اور ایک عاشق رسول کا ایسے
 موقع پر تنہا رہ جانا کیا قیامت کا منظر ہے۔ ساتھ جانا اسی وقت ممکن ہے جب تنہائی
 کی مشکل آسان ہو دیکھئے اس مشکل کی آسانی کے لئے وہ کیسی ٹرپ کے ساتھ التجا
 کرتے ہیں۔

مشکل آسان الہی مری تنہائی کی

اس التجا میں کتنی درد مندی، آرزو اور حسرت کا درخشاں ہے۔ اس خوبصورت
 لہجے میں شاعرِ احسن کے ساتھ انہوں نے اپنی دلی تنہا کا اظہار کیا ہے کہ جس کا ایک
 خاص اثر مرتب ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو حضرت امیر مینائی نے اپنے لہجے میں اس طرز
 ادا کیا ہے۔

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں

حسرت آتی ہے یہ پہچانیں رہا جاتا ہوں

ان کے لہجے میں بھی کتنا درد اور کتنی معصومیت ہے۔ ان دونوں کو سننے رکھیے
 حسرت آتی ہے یہ پہچانیں رہا جاتا ہوں اور مشکل آسان الہی مری تنہائی کی ہیں
 اگرچہ دونوں لہجوں کی انفرادیت اپنی اپنی جگہ مستحکم ہے مگر حضرت رضا بریلوی کے معرکہ
 ثانی کا تاثر امید آمد کے ساتھ ساتھ شاعرانہ اظہار کا بڑا نادر نمونہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

اس زبانی میں دو شعر ملاحظہ ہوں

دو نق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ

کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ

برق انگشت نبی چمکی تھی اسی پر ایک بار

آج تک ہے سینہ مرہ میں نشان سوختہ

پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں شمع گویا اور زبان کی باہمی نسبت کتنا مزہ سے
 دی ہے۔ دوسرے شعر میں چاند کے نور و صیقل کو نشان سوختہ کہنا اور اس کا
 سبب برق انگشت نبی کے چمکنے کو قرار دینا کتنی نادر بات ہے اور غلوئے فکر کی ایسی روشن
 مثال جس کا ادب و شعر میں جواب نہیں۔

”عراق بخشش“ کے اوراق مشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عین جذبے سے
 بھرے پڑے ہیں۔ وہاں مشکل میں ہے کہ کس شعر کا انتخاب کرے اور کسے چھوڑے۔ وقت کی
 قلت اختصار کی متقاضی ہے اور ذوقِ سخن کا اصرار ہے کہ زیادہ سے زیادہ لکھا جائے۔
 بہر حال چند اور شعر پیش کئے بغیر تشنگی رہے گی۔

یا الہی گرمیِ محشر سے جب بھرکیں بدن

دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں

اُن تبسمِ ریزہ بونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات

ہے وہ حبانِ مسحا ہمارا نبی

سارے اچھوتوں سے اچھا بھٹے جسے
ہے اس اچھے سے اچھا — ہمارا نبی

غافل قدرت کا حسن دستکاری واہ وا
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ وا

اس نعمت کی کیفیت میں بخود ہی دستکاری کے سینکڑوں مسندوں میں مار رہے ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شیع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہرِ یاسرارم و تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

غالب نے اپنی غزل کے ایک مصرعے میں "محبوں کا غلام کیا تھا جس پر اہل نظر نے
بڑی ناک جوں چڑھائی تھی۔ رضا بریلوی نے "محبوں" کا لفظ ایک شعر میں استعمال کیا
ہے۔ ذرا غصہ میں اس لفظ کی پاکیزگی اور لطافت دیکھئے۔

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
اُن محبوبوں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

یہاں بھی دیکھئے کتنے پیارے اور محبت بھرے لہجے میں آنکھوں کو نہیں سے غفلت ہے۔

مصطفیٰ خیرِ ابدی ہو سرورِ ہر دو سرا ہو
اپنے اچھوتوں کا تصدق ہم بدوں کو بھی دیا ہو

... اس انجمن کی مدد سے ہی "اوتار" کی طرزِ ادوار پر قربان ہو جانے کو دل چاہتا ہے۔ اس
طرح اس شعر کے تاثر کی جے پناہی کا اندازہ لائے طلب ہے۔

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں قیمت کا

ہم مفلس کیا مول چٹائیں اپنا ہاتھ ہی غالی ہے

لفظِ معنی درجیم آجکل سستا سودا "بھینچا" مول چٹانا اور ہاتھ ہی غالی

ہے "کے کڑے" گویا گینے جڑیلے گئے ہیں۔ اپنی بے لیاقتی اس سے بہتر نہ کیا منظر کشی

ہو سکتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں معبود کا قلم شاعر کے قلم کو بھوکھ کرتا ہے۔ اپنی بے لیاقتی

کے باددہ امیر کا اس کے ہاتھوں سے نہیں چھوٹتا۔ غریب ہیں۔

رضا قسمت ہی کمالِ حنائی جو کچھوں سے خطاب آئے

کہ تو ادنیٰ سب درگاہِ حندامِ معالی ہے

پھر اس طرح اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

ایمان ہے قالِ مصطفائی شہرِ ان ہے حالِ مصطفائی

میری شبِ تند وں بنارے اے شمعِ جمالِ مصطفائی

گل سے بالا اُسر سے اعلیٰ اجلال و جلالِ مصطفائی

اس شعر میں منکر کی صناعت نے معنی کا عجیب پیکر تراشا ہے۔

نورے جگر تیر کی پیڑاؤں کے تاجِ سر پہنے ہیں پیاروں کے

میں دردوں کا سیاروں کے کسرتاج بننا جو حضور کی نگین مبارک سے جگر کر کے

ہوں ندرتِ نگر کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

روشنہ اطہر کی زیارت کے موقع پر بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں۔

راجو آؤ شہنشاہِ کارونہ دیکھو کبہ تو دیکھ چکے۔ کبہ کا کعبہ دیکھو

کتنی بڑی بات کہتے اختصار کے ساتھ کہہ دی گئی ہے محبوب و محب اور میرا تیرا کی
نسبتیں مفہوم و معانی کی کیا کیا منزلیں سر کر رہی ہیں ایک اور گوشہ فکر ملاحظہ ہو ۔

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری دوا د

مفسرین یہی ہے گئے یہ نیز گاری دوا د

پہلے وہ ہیں ذوق افزا "نہا گرا معانی کے کئے گوشوں پر محیط ہے ۔ دوسرے
مصرعے میں وہی بات کو گھما کر تازہ کاری اور شروع پیدا کرنے کا فن کار فرما ہے جو حضرت
رضا بریلوی کے مزاج عشق کا حصہ ہے یہ نیز گاری کا قرص کے طور گناہ حاصل کرنا محض اس
لئے کہ شفاعت کا موقع باغوض سے نہ جانے پاسے لکھنا و بدآواز اور اچھوتا خیال ہے ۔

ی حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کو اپنی اس حیثیت پر تازہ ہے کہ وہ شہ گروں جناب
کی بارگاہ کا ایک ذرہ ہیں اور اس نسبت سے وہ خود کو رشک قرار دے کر رشک رخ آفتاب
کہنے میں حق بجانب ہیں ۔

رشک قمریوں رنگ رخ آفتاب ہوں

ذرہ جو تیرا ہے شہ گروں جناب ہوں

ذرہ ذرہ ہے آفتاب نہیں اس کی صفت یہی ہے کردہ آفتاب کی نسبت سے
اس کے رنگ کا پرتو اور مظہر ہے لیکن اس ذرہ کا کیا پوچھنا جس پر چاند رشک کرے اور جسے
آفتاب اپنے رنگ رخ سے نوازے ۔

نعت گوئی میں احترام کی حدود کا عرفان اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب آدمی
صاحب دل صاحب نظر پاک باطن بن کر اور اہل کمال ہو ورنہ وہ آفتاب اور رنگ رخ
آفتاب کے بنیادی فرق اور اس کی نوعیت و نزاکت میں تیز نہیں کر سکتا ۔

عام طور پر شعراء کے نزدیک تمام اصنافِ سخن میں غزل کو اظہار کا بہترین وسیلہ
گردانا جاتا ہے اور اس میں رشک نہیں کہ غزل باریک سے باریک جذباتِ عشق کو اپنے میں سموئے

آب زمزم تو ریا خوب بھائیں پائیں آؤ خود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
زیر میسراب حرم خوب کرم کے چیسے
ابو رحمت کا یہساں زور برستا دیکھو

ایک دوسری جگہ ان کا آمد کو کسی خوبصورتی کے ساتھ الفاظ کے تقابلیں دیکھتے ہیں ۔

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بھلی تیرا
نہیں سنائی نہیں مانگنے والا تیر

انہیں یقین ہے کہ وہ جس دم سے مالک رہے ہیں وہ جو دو عطا اور رحمت و کرم کا
درجہ یہاں نہیں کاغذ سنسنی میں نہیں آتا دینے والا اتنا دیتا ہے کہ بقول بیہوش
وارثی "سائل کو اپنے دامن کی کوتاہی کا شکوہ ہو جاتا ہے ۔

دینے والے تجھے دینا ہو تو اتنا دے دے
کہ مجھے شکوہ کوتاہی دماں ہو جائے

حضرت رضا بریلوی "دینا ہو تو اتنا دے دے" کے قائل نہیں انہیں اعتماد ہے کہ
وہ خواہ کچھ مانگ لیں اس درجے نہیں ہو سکتی ۔

ذرا اس نعتیہ قصیدے کے مطلع سے بھی سماعت کو مغلوط کیجئے

فیض ہے یا شہر تسنیم نرالا تیرا

آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

دینا کا پیاسوں کے تقاب میں پھرنا رحمت سرکارِ دو عالم رضی اللہ عنہ وسلم کے
لئے لکھنا وسیع استعارہ ہے ۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہونا مالک کے جیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اور اظہار کے رنگارنگ تراویہ ترشے ہیں بڑا موثر کردار ادا کرتی ہے۔ بات اس حسن سے
کہ جانے کر سننے والا چونک کر اسے اپنے دل کی بات سمجھ لے۔ یہ ہے غزل کا بنیادی وصف۔
یہی سبب ہے کہ بے شمار مونیائے عظام، شعراء، فقراء اور اہل تصوف نے اپنی
بات کو دل میں اتارنے کے لئے غزل ہی کا انتخاب کیا ہے۔ میرے ذہن میں مدتوں سے ایک
شعر چلایا ہوا تھا۔

تیرے آنے کا انتظار رہا
مگر بھر موسم بہار رہا (دستا چٹائی)

اسی بحر اور قوافی میں جب حضرت رضا بریلوی کا یہ شعر میری نظر سے گزرا تو میں چونک
گیا۔ آپ بھی سینے اور محسوسات و لطافت شعری کی داد دیجئے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اسے بہار پھرتے ہیں
اُن کے سوئے لالہ زار خرام فرمانے سے بہار کے دن پھر جاننا نہ سنی ہو غلموئی کی کیا
نادر مثال ہے۔ محاورے کا برص استعمال اظہار کی لذت اور فکر کی پاکیزگی نے رنگ و نمکیت
کا ایک ایسا آمیزہ حیا کیا ہے جس کے ذائقے کو آنکھوں ہی سے چکھنا جا سکتا ہے۔
شہنشاہ سرب و عجم کے حضور حضرت رضا بریلوی کی فریاد کی کئی مختلف لباس بدلتی
اور اظہار کے پیکر تراشتی اس منزل تک آجاتی ہے۔

غم ہو گئے بے شمار آقا بسندہ تیرے شمار آقا
مجھ سا کوئی غمزدہ ہوگا تم سا نہیں غم گسار آقا

جس خاک پر رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پر مٹا رہا دل شیدا ہے ہمارا

ہم خاک ادا نہیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رہنا جس پر مدینہ ہے ہمارا

یہاں خاک کے مختلف پیمانے لا نظر کئے جا سکتے ہیں۔
معلیٰ معلیٰ زمیں کیسی، معلیٰ دوسو پ کڑی کیسی
لودہ مشہور ہے سایہ اسب سایہ کنساں آتا

یہاں کڑی دوسو پ میں اس قوبے سایہ کا سایہ کنساں آنا، اتنی خوبصورت منظر نگاری ہے
جس پر وہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔

جناب حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ حضور آقائے عرب حاضری دینے کو کس شوق و
ذوق سے جاتے ہیں مگر وہاں سے واپسی پر ان کا جو حال ہوتا ہے وہ انہی کے اصناف
میں ملاحظہ کیجئے۔

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن دہاں مجھ کو
پھر دکھادے وہ رخ لے مہرِ ناز وں مجھ کو
میرے ہر زخم جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے یلج عربی کر دے مسکداں مجھ کو

یلج عربی کی ترکیب پر جنتی باد صقل علی اُپر اُٹھا جائے کہے۔ راحت کا ذکر آیا ہے تو
بیدم وادقی کا یہ شعر بھی سن لیں۔

او فاک پاشش تجھے اپنی راحت کی قسم
بات تو جب ہے کہ ہر زخم نکداں ہو جائے

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ لغت رسول (مسی اللہ علیہ وسلم) کی منزل میں اپنا
مقام خوب جانتے ہیں۔ انہیں اپنے جذبات عشق پر افسانہ ہے۔ اس اعتماد کو وہ مختلف انداز
میں شعر کا لباس پہناتے رہتے ہیں۔

اے رستا و صفت مرغ پاک شانے کے لئے
تذرو دیتے ہیں چمن مرغ خوش الحان مجھ کو

اے رشتہ دارانِ عسنادی حیرے نفوس کے شمار
بے بسمل باغِ مدینہ تیرا کب تک مہیا ہے

کوچ کوچ گئے ہیں نعماتِ رشتہ سے ہر سال
کیوں نہ ہو کس مچھول کی درخت میں وہ منتظر ہے

خوفِ درگاہِ رشتہ ڈراؤ تو ہے بدرِ مصطفیٰ
تیرے لئے ان بے تیرے لئے ان ہے

احکامِ شریعت کی سختی سے پیروی علماء کے بعض مکاتب فکر میں حضرت رشتہ بریلوی کو
سخت گیر کے روپ میں پیش کرتی ہے لیکن ان کے علمی تبحر اور شاعرانہ کمال سے اختلاف
کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

آتے رہے انبیاء کا تمیل ہم والہا تم ظلم کر خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفترِ تنزیل تمام آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

بکارِ خویش حیرانم افشانی یا رسول اللہ !
پریشانم پریشانم افشانی یا رسول اللہ

شہا بے کس نوازی کن لمبیبا چارہ سادی کن
ملین درو عصیانم افشانی یا رسول اللہ

اللہ کی سزا بقدم شان ہیں یہ ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بناتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اس رباعی کی حقیقی تعریف کی جائے کہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
انسانی شرف و برتری کا نقشہ کتنے مقبرہ انداز میں کھینچا ہے۔ مفہوم کی بلاغت، بیان کی لطافت
کس کس ہنر کو سراہا جلے۔ بے ساختہ جہاں اور صحنِ علی کے الفاظ زبان پر آتے ہیں۔ پہلے یہ کہا گیا
کہ سرکارِ دو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سزا بقدم اللہ کی شان ہیں، پھر یہ بتایا گیا کہ یہ انسانی
باس میں ہیں لیکن ایسے انسان ہیں جن کی مثال تمام عالمِ انسانیت میں نہیں ملتی۔ پھر یہ بتایا گیا
کہ وہ انسان ہیں جنہیں قرآن ایمان بناتا ہے۔ پھر چوتھے مصرعے میں ہے
"ایمان یہ کہتا ہے" مری جان ہیں یہ۔

کہہ کر مفہوم کو فصاحت و بلاغت کے نقطہ عروج پر پہنچا دیا گیا ہے۔
دنیا میں ہر آفت سے بچا نامولی جتنے ہیں نہ کچھ بچے دکھانا مولی
ہیٹوں جو در پاک پیغمبر کے حضور ایمان پر اس وقت اٹھانا مولی

فدا فارسی میں مانگنے کا لب و لہجہ اور آواز کی ٹپ کہ منظرِ ملاحظہ کیجئے۔ مسترمان
اس آواز کے ہے

اُمتان و سیاہ کاری شافعِ حشر نم گساری
سگ کھنے نبی دیکھ لگے من و تا حشر جاں نشاری
اُردو میں اندازِ طلب کی معصومیت دیکھئے

یا اہی جب رشتہ خواب گراں سے سر اٹھائے
دوست بیدار عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

کرمی اقصیات۔ تصانیف غزالیہ صرافہ بخشش ہیں ایک سے ایک اصول موقی
 موجود ہے۔ انیسویں کہ ہمارے پاس کے بعض ایک رنے "نامتدین نے تصور کیا یہ
 رنہ دیکھنے کی ذمہ داری اور نہ رنہ رنہ بریوی کا کارنامہ رنہ رنہ کوئی ان کے
 دو سب موم و فون کی طرح کب کا عوام کے سامنے آچکا ہوتا ہیں نے اپنے مضمون میں لکھا
 ان کی رنہ کوئی کا مقدر و ہر جائزہ پیش کیا ہے۔ پھر بھی وقت کی کمی نے بہت سے
 گوشوں سے تعاب نہیں اٹھانے دیا۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میرا یہ مضمون رنہ
 دوستوں، اتفاقاً دوں اور ہاں اقصیات کے لئے ایک تحریک کی حیثیت ضرور رکھتا ہے۔
 اگر عشق سچا اور طلب صادق ہو تو قنوار کی دعا سے بھی انتہائی توازن اور سبک گامی کے
 ساتھ گزارا جاسکتا ہے۔ حضرت رنہ بریوی نے اس منزل سے گزر کر ثابت کر دیا ہے کہ
 دو بڑے بڑے رنہ کوں کے درمیان اپنی ایک منفرد و ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

تبرکاتِ رضا

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بیجا سے ہے المنتہ لہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی !
یعنی رہے آدابِ شریعت محفوظ !
پیشہ میرا شاعری نہ دعوائے مجھ کو !
ہاں شرع کا البستہ ہے جنبہ مجھ کو
مولیٰ کی شتا میں حکمِ مولے کے خلاف
لوزینہ میں سیسہ تو نہ بھبھایا مجھ کو